اسرائیلی روایات کا کتبِ تفسیر میں آنے کے اسباب اور ان کے اثرات

Reasons of *Israeliyat* for arriving into the Quranic Interpretation and their Effects

Aziz Ahmed *
Haroon-ur-Rashid **
Naveeda K. Katpar ***

Abstract
Our *tafsir bil riway* is full of *asraeli Aasar* with difference in the abundance of numbers. These are the *Aasar* taken from the people of book (ahl e Kitab) or someone has attributed to Muslims after fabrication. However, some of the commentators have criticized them while some have mentioned without criticism. In such situation it is interesting to wonder why they have come into Islamic treasury of knowledge? This article reviews the reasons that contributed to the penetration of these *Aasar*. In the same way to assess the negative effects of these *Aasar* had on the interpretation of *Quran*. All efforts have been made to bring them to the fore.

اسرائیلیات:

اسرائیلیات لفظِ "اسرائیلیۃ" کا جمع ہے، اور اسرائیلیہ منسوب ہے اسرائیل کی طرف، جو یعقوب علیہ السلام کا نام تھا، اس کا معنیٰ " بندہ خالص یا مخلوقِ خالص " ہے[1]۔ تو لغۃ اس کا مطلب ہو گا یعقوب اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کی طرف منسوب روایات۔ اصطلاحا: متاخرین نے اس اسطلاح کو اس کے لغوی مفہوم سے بہت عام مفہوم میں استعمال کیا ہے، چنانچہ ڈاکٹر رمزی نعناعہ کے مطابق یہود اور نصاری کی روایات کے علاوہ ہر دخیل کو اسرائیلیات کہا جائے گا، چاہیے وہ جھوٹ ہو یا تحریف ہو یا مبالغہ ہو، اگرچہ وہ یہود و نصاری کے طرق سے نہ آیا ہو یعنی ان کی کتابوں میں وہ قصہ موجود نہ ہو، بلکہ عربی اور غیر اسرائیلی ہو[2]۔

رجوع الی اہل کتاب دور صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں بھی قرآن کی تفسیر کا ماخذ رہا، کیونکہ قرآن کریم احکام اور عقائد کے بیان میں خاص کر پچھلے انبیاء و رسل اور ان کی اقوام کے قصے اور حالات کے ذکر میں کتب سابقہ سے ہم آہنگ ہے یہ ہم آہنگی اور تماثل تورات اور انجیل دونوں کے ساتھ ہے، جیسا کہ اللہ نے انجیل کے بیان کی طرح قرآن میں بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات اور ان کے معجزات کا ذکر فرمایا ہے، البتہ قرآن کا طرز اور اسلوب ان کتب سابقہ سے جدا ہے، تورات اور انجیل میں ان قصص کی تفصیل ہے، لیکن قرآن ان قصص اور واقعات کا صرف وہ حصہ نقل کرتا ہے جو نصیحت اور عبرت کے لیے ضروری یا کافی ہے، باقی کسی قصے کی جزئیات کی تفصیل ذکر نہیں کرتا ہے، اور انسان فطری طور کسی معلوم مختصر واقعے کی تفصیل کی متلاشی ہوتا ہے اس وجہ سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین قرآن میں بیان کردہ قصص کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ان اہل کتاب سے رجوع کرتے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے جیسا کہ روایت میں ہے: "

* Ph.D Scholor, Department of Quran-wa-Sunnah, Federal Urdu University of Arts, Scinece & Technology, Abdul Haq Campus Karachi.
** Ph.D Scholor, Dpartment of Islamic Studies, University of Malakand, Chakdara, Dir Lower KPK.
*** IBA Faculty of Commerce and Bussiness Administration, University of Sindh, Jamshoro.

یہودی تورات عبرانی زبان میں پڑھ کر مسلمانوں کے لیے اس کی عربی میں تشریح کرتے تھے"[3]۔ لیکن یہ استطلاع صرف اخبار اور قصص کی حد تک تھا، نہ کہ عقائد اور احکام میں۔ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے کبھی نہیں ہٹتے تھے۔ پھر عصر تدوین میں کچھ مفسرین نے مزید تساہل سے کام لیا، بہت ضعیف اور کمزور روایات سے اپنی تفاسیر کو بھر دیا، اس طرح ہماری نقلی تفاسیر اسرائیلیات سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ابن خلدون لکھتے ہیں: "اور متقدمین نے (علوم) تفسیر ماثور میں جمع کیا اور محفوظ کیا لیکن ان کی کتابیں اور تفاسیر کمزور و درست او رمردود و مقبول ہر قسم کی روایات وآثار پر مشتمل ہیں، ااس کی ایک بنیادی وجہ تھی کہ اس وقت کے عرب پڑھے لکھے نہیں تھے، ان میں جہالت چھائی ہوئی تھی جب ان کو فطری طور پر اس جہاں کے اسباب، مخلوقات کی ابتدااور زندگی کے رموز کی معرفت کا شوق پیدا ہو جاتا تو وہ اپنے سے پہلے اہل کتاب سے ان کے بارے میں پوچھتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے وہ یہود میں سے اہل تورات اور وہ عیسائی ہیں جو ان کے دین کے متبع ہوئے تھے۔۔۔جب وہ مسلمان ہوگئے تو ان چیزوں میں جن کا احکام سے تعلق نہیں اپنی حالت پر ہی باقی رہے جیسے مخلوقات کی ابتداء، فتنے اور حادثات اور اس جیسے قصصے وغیرہ، اور وہ لوگ کعب الاحبار، وھب بن منبہ، اور عبداللہ بن سلام وغیرہم ہیں تو تفاسیر ان کی مرویات سے بھر گئیں[4]۔ اسرائیلیات کے اسلام میں دخول کے اسباب کو ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔

اسباب ووجوہات:

1۔ مسلمانوں اور اہل کتاب کا تعلق:

یہود اور نصاری ہجرت کر کے جزیرہ عرب آکر آباد ہوئے تھے، مسلمانوں کا مدینہ میں ان کی قربت نے اسرائیلیات کے دخول کے لیے ماحول اور آسان کر دیا، وہ غیر شعوری طور پر مسلمانوں کے افکار اور اسلامی تہذیب پر اثرانداز ہوئے، اور بہت سارے اہل کتاب اپنی پرانی تہذیب کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے، اور مسلمانوں میں بڑا مقام حاصل کیا، یوں مسلمانوں اور اہل کتاب کا تعلیمی اور تہذیبی رشتہ بھی برقرار رہا، جو اسرائیلیات کے نفوذ میں اہم کردار ادا کیا۔ جیسا کہ یہود مدینہ (بنو قینقاع، بنو نظیر، بنو قریظہ) خیبر کے یہود، فدک اور تیماء کے یہود جو مدینہ اور اس کے آس پاس رہتے تھے مختلف علمی مسائل میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آتے تھے اور صحابہ کرام ان سے مختلف مواقع میں مختلف قصے اور اخبار سابقہ سنتے تھے، ان حالات میں ان کی روایات کا اسلامی ورثہ میں داخل ہونا ماورائے عقل بات نہ تھی بلکہ عین حالات کا تقاضا تھا جو اسی وقت یا بعد میں کسی نہ کسی طرح اسلامی خزانے میں داخل ہوگئے۔

2۔اہل کتاب کا عرب پر علمی تفوق:

چونکہ یہود اہل کتاب تھے، ان کو تاریخ پر دسترس ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف عجیب وغریب قصص کا بھی علم تھا جیسے کائنات کے اسرار و رموز اور انسانیت کی ابتداء، اس وجہ سے عرب کے دوسرے قبائل یہود اور نصاری کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اہل کتاب کی تہذیبی اور علمی خزانے کی وجہ سے عرب کے دل میں ان کی عزت تھی جیسا کہ ابوداود روایت کرتے ہیں: "انما كان هذا الحي من الانصار مع هذا الحي من يهود وكانوا يرون فضلا عليهم في العلم فكانوا يقتدون بكثير من فعلهم"[5]۔اسی وجہ سے ان سے مختلف علمی اور تاریخی

معاملات سے استفادہ کرتے تھے، اسلام سے پہلے وہ ادیان سابقہ کے سلسلے میں عرب کے استاذ مانے جاتے تھے، عرب ادیان، تاریخ اور انبیاء کے امور میں ان کو اہم مصدر سمجھتے تھے، اسی وجہ سے قریش نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کی معرفت کے لیے ایک سفیر یہود مدینہ کے پاس بھیجا تھا، اسی وجہ سے کفار مکہ نے جنگ احزاب سے پہلے یہود سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور اسلام کے بارے میں ان الفاظ میں سوال کیا تھا: "يا معشر يهود! انكم اهل الكتاب الاول والعلم بما اصبحنا نختلف فيه نحن ومحمد، افديننا خير ام دينه؟ قالوا بل دينكم خير من دينه و انتم اولى بالحق"[6]. "اے یہود کے لوگو! آپ پہلے زمانے کی کتاب والے اور علم والے ہیں (آپ کی کیا رائے ہیں) اس چیز کے متعلق جس میں ہم اور محمد (علیہ الصلاۃ والسلام) اختلاف کرتے ہیں، کیا ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا؟ یہودیوں نے کہا کہ آپ کا دین بہتر ہے ان کے دین سے اور آپ حق کے زیادہ قریب ہیں"۔ عرب کی جہالت کی وجہ سے یہود کا ان پر علمی اور فکری غلبہ حاصل تھا اور یہ غلبہ اسلام کے بعد بھی جاری رہا، اور اسلام کے بعض دفعہ مسلمان بھی ان سے مختلف قصے اور اخبار سنتے تھے اور کبھی لکھتے بھی تھے جیسا کہ طبری نے اس آیت "اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم"[7] کے ذیل میں نقل کیا ہے: "عن يحى بن جعدة ان ناسا من المسلمين اتوا نبى الله- عليه الصلا ة والسلام- بكتب قد كتبوا فيها بعض ما يقول اليهود فلما ان نظر فيها القاها ثم قال: كفى بها حماقة قوم او ضلالة قوم ان يرغبوا عما جاءهم به نبيهم الى ما جاء به غير نبيهم الى قوم غيرهم فتزلت: {اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم}"[8]۔ "یحیی بن جعد سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی-علیہ الصلاۃ والسلام- کے پاس کچھ تحریریں لے کر آئے جن میں یہود کے اقوال وہ لکھے تھے، جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے وہ دیکھا تو ان کو پھینک کر ارشاد فرمایا: "کسی قوم کی بے وقوفی یا گمراہی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے نبی کے لائے ہوئے کو چھوڑ کر اس طرف مائل ہو جس کو دوسرے نبی نے دوسری قوم کے لیے لایا ہو"۔

3۔ قرآن اور کتب سابقہ کا وجوہ اشتراک:

مسلمانوں کا اہل کتاب سے اسرائیلیات لینے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ قرآن اور کتب سابقہ میں بہت سارے واقعات اور قصص مشترک ہیں جیسے کی انبیاء اور اقوام سابقہ کے واقعات وحالات، البتہ صرف منہج کا فرق ہے کہ کتب سابقہ میں وہ واقعات جزئیات کے ساتھ تفصیلاً آئے ہیں اور قرآن میں اختصار کے ساتھ صرف مواضع عبرت کا ذکر ہے۔ جیسا کہ محمد حسین ذہبی فرماتے ہیں: "ان القرآن الكريم يتفق مع التوراة فى بعض المسائل وبالأخص فى قصص الانبياء وما يتعلق بالامم الغابرة وكذالک يشمل القرآن على مواضع وردت فى الانجيل كقصة ميلاد عيسى بن مريم ومعجزاته - عليه السلام- غير ان القرآن الكريم اتخذ منهجا يخالف منهج التوراة والانجيل فلم يتعرض لتفاصيل جزئيات المسائل ولم يستوف القصة من جميع نواحيها بل اقتصر من ذالک على موضع العبر فقط. ولما كانت العقول دائما تميل الى الاستيفاء والاستقصاء جعل بعض الصحابة -رضوان الله عنهم-يرجعون فى استيفاء هذه القصص التى لم يتعرض لها القرآن من جميع نواحيها الى من دخل فى دينهم من اهل الكتاب كعبد الله بن سلام

وکعب الاحبار وغیرهم من علماء الیهود والنصاری"[9]۔ "یہ قرآن تورات سے بعض مسائل میں متفق ہے خصوصا انبیاء کے قصوں میں اور پچھلی امتوں کے احوال میں۔ اور اسی طرح قرآن بعض ان چیزوں پر بھی مشتمل ہے جو تورات میں وارد ہوئی ہیں مثلا عیسی بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام کی پیدائش اور ان کے معجزات، البتہ قرآن کا منہج تورات کے منہج سے مختلف ہے، پس قرآن نے مسائل کے جزئیات کی تفصیل بیان نہیں کی اور وہ قصے کا پورے احاطہ کیا ہے بلکہ صرف موضعِ نصیحت پر اقتصار کیا ہے، لیکن انسان کے عقل ہمیشہ کسی چیز کی احاطہ چاہتی ہے اس وجہ سے بعض صحابہ ان قصص کے تمام پہلووں کے احاطے کے لئے اسلام میں داخل ہونے والے یہود اور نصاری اہل کتاب سے رجوع کرنے لگے جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب الاحبار وغیرہ"۔

4۔ مسلمانوں کا اسرار، مبہمات اور قصص کی تفصیل کا شوق:

عرب کے اندر کائنات کے اسرار و رموز، انسان کے ابتداء، انبیاء اور اقوام سابقہ کے عجیب و غریب واقعات کی معرفت کا شوق تھا، ان کے اس شوق نے ان کو اہل کتاب سے پوچھنے اور ان کو نقل کرنے کا ماحول فراہم کیا جیسا کہ احمد امین لکھتے ہیں: "وفی هذا العصر اعنی عصر التابعین تضخم التفسیر بالاسرائیلیات والنصرانیات لکثرة من دخل منهم فی الاسلام ومیل النفوس لسماع التفاصیل عما یشیر الیه القرآن من احداث یهودیة و نصرانیة"[10]۔ اور محمد حسین ذہبی فرماتے ہیں: "وکانت النفوس میالة لسماع التفصیل عما یشیر الیه القرآن من احداث یهودیة او نصرانیة فتساهل التابعون فزجوا فی التفسیر بکثیر من الاسرائیلیات والنصرانیات بدون تحر ونقد"[11]۔ ترجمہ: "قرآن نے جن یہودی یا عیسائی واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے دل ان کی تفصیل سننے کے خواہاں تھے تو تابعین نے سستی کا مظاہرہ کیا اور بغیر سوچ اور تحقیق کے اسرائیلیات اور نصرانیات کو قرآن سے ملا دیا"۔

5۔ حذف اسناد اور تساہل مفسرین:

حدیث سند اور متن کے مجموعے کا نام ہے، لیکن کچھ مفسرین نے متون روایات کو اسناد کے بغیر نقل کیا تو اس میں اسرائیلیات کا دخول آسان ہو گیا اور صحیح روایات میں اسرائیلیات کی تمیز بھی قاری کے لئے مشکل ہو گئی، جیسا کہ سیوطی فرماتے ہیں: "ثم الف فی التفسیر خلائق فاختصروا الاسانید ونقلوا الاقوال بترا فدخل من هنا الدخیل والتبس الصحیح بالعلیل"[12]۔ "پھر تفسیر میں بہت سے لوگوں نے تالیفات کیا اور اسانید کو مختصر کر لے اکیلے اقوال (متون) نقل کیے، یہاں سے تفسیر میں دخیل آ گئے، صحیح اور غیر صحیح کا التباس ہو گیا"۔

6۔ سیاسی اختلافات اور حکومت نوازی:

کمزور اور ضعیف ایمان والے مسلمانوں نے حکومت وقت کی حمایت اور مخالفت میں احادیث بنا دی جیسا کہ بنو عباس کی حکومت میں بہت سارے وضاعینِ حدیث نے حکومت کی خوشنودی کے لئے تفسیر قرآن میں ابن عباس کی طرف کئی رویات منسوب کیں، اس کے مقابلے میں کئی اموی نے احادیث بنائی جیسا کہ ڈاکٹر ابو شہبہ لکھتا ہے: "اور اسی طرح بہت سے بنو عباس کے معاونین نے کی ہے، انہوں نے ابن عباس کی طرف منسوب بہت سے روایات وضع کیں، خاص کر تفسیرِ قرآن میں۔۔۔۔۔۔ جیسا کہ انہوں نے بنو امیہ کے عیوب اور ان کی

مذمت پر احادیث بنائیں، اور یہ کام بنو امیہ والوں نے بھی کیا"۔[13]

7۔مذہبی اختلافات:

اسلام کی ابتدا یعنی دورِ صحابہ ہی سے مذہبی اختلافات عروج پر تھے، اس وقت کچھ لوگ اپنے مذہب کی تائید میں احادیث بنا کر ان کی نسبت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف کرتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر ابو شہبہ لکھتے ہیں: "یہ اختلافات نے کمزور دین اور ایمان والوں کے لیے کے دل میں یہ بات لے آئے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید و نصرت میں، اپنے لیڈروں کے فضائل میں اور مخالفین کے عیوب میں احادیث گڑھ لیں، اور یہ جیسا کہ شیعہ نے کیا خصوصا روافض نے کیا، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت ساری احادیث بنا ڈالی اور ہر علم و فضل کی نسبت ان کی طرف کر دی اور ان موضوع احادیث میں وہ (موضوعات) بھی ہیں جو قرآن کے بعض آیات کی تفسیر سے متعلق ہیں اور بعض اسباب نزول سے متعلق ہیں، اور اسی طرح انہوں سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ وغیرہ کی مذمت میں بھی احادیث وضع کیں"۔[14] اور اسی طرح " الدخیل فی التفسیر" میں مکتوب ہے:"فکانوا یؤلفون القصة ویحکبونھا حبکا تاما ویثیروا ا لفتنة والفرقة فی خبث ومھارة بین الناس وینشرون ذالک بین العامة وینسبونھا الی رسول اللہ- علیه الصلاة والسلام-"[15]"وہ قصہ بناتے تھے اور اس کو خوبصورت طریقے سے مضبوط کرتے تھے، فتنہ اور فرقہ بازی کو بڑی مہارت اور خباثت سے ہوا دیتے تھے، اور یہ عوام کے درمیاں پھیلا کر سردارِ دوجہاں کی طرف منسوب کر دیتے تھے"۔

8۔اسلام دشمنی:

یہودی مکار اور دھوکا باز تھے، ان کا رئیس عبد اللہ بن سبا نے مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنے اور ان کو تقسیم کرنے کے لیے اللہ کی کتاب کی تفسیر میں اسرائیلی روایات داخل کرنے میں کافی کردار ادا کیا، اسی وجہ سے اسرائیلی روایات میں یہودی رنگ کا غلبہ ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "اہل کتاب میں سے یہود کا مسلمانوں کے ساتھ زیادہ تعلق تھا، ان کی تہذیب و ثقافت دوسری تہذیبوں کی بنسبت زیادہ پھیلی ہوئی تھی اور ان کے وہ حیلے جن کے ذریعے وہ اسلام کی خوبصورتی کو بدنما کر رہے تھے دھوکے اور مکر سے بھرپور تھے، عبد اللہ بن سبا جو فتنے اور گمراہی کا جڑ تھا، اس کی پشت پناہی میں بہت سے سبائی تھے جو بظاہر مسلمان تھے۔۔۔۔ان کا بڑا حصہ ہے ان اڑنے والے خشک گھاس پھوس کے بنڈل میں یعنی اللہ کی کتاب اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت میں داخل شدہ اسرائیلیات میں"۔ چند دوسرے محققین نے اس بات کو اس طرح لکھا ہے:" قوة الاسلام وانتصاره وسرعة انتشاره فی ارض اللہ مدی اقتناع الناس بکتابه وسماحة شریعته وعدالة اھله کل ھذا ازعج اعداء الاسلام وبخاصة الیھود، فاخذوا یدبرون له الکید والمکر بکل سلاح وبکل وسیلة، یریدون ان یوقفوا مسیرة الاسلام المبارکة وان یصرفوا الناس عنه فتنوعت اسالیبھم وتعددت وسائلھم لیصلوا الی اغراضھم الدنیئة فنفثوا سمومھم بالوضع والکذب والاختلاق والدس فی المرویات الاسلامیة عن رسول اللہ وعن صحابته وعن التابعین-رضوان اللہ عنھم اجمعین-"[16]۔ "اسلام کی قوت، اس کا غلبہ، اس کا تیزی سے پھیلنا، لوگوں کا اس کتاب پر اکتفاء کرنا، اس کی شریعت کی پاکیزگی اور اہل اسلام

کی عدالت (غرض) ان سب نے دشمنانِ اسلام کو پریشان کر دیا تھا اور خصوصا یہودیوں کو، پس انہوں نے اسلام کے خلاف ہر ہتھیار اور ذریعہ سے مکر وفریب شروع کیا اور چاہتے تھے کہ اسلام کی چلن اور رفتار کو روک دیں اور لوگوں کو اس سے پھیر ادیں، اس کے لیے وہ مختلف طریقے اور متعدد ذریعے استعمال میں لائے تاکہ وہ اپنے مذموم مقاصد حاصل کر سکیں، پس انہوں نے اپنا زہر جھوٹ اور وضعِ حدیث کے ذریعے حضور علیہ الصلاۃ والسلام، صحابہ اور تابعین کے اسلامی مرویات میں پھونک دیے"۔

9۔ شہرت اور پذیرائی:

بہت سے لوگوں کا مقصد وضعِ حدیث سے شہرت حاصل کرنا تھا کیونکہ لوگوں کا میلان نئی چیزوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے حتیٰ کہ کوئی محدث جتنا عجیب قصہ بیان کرتا اتنا ہی لوگوں کو محبوب ہوتا تھا، اس وجہ سے لوگوں میں وہ بہت مقبول ہوتے تھے جیسا کہ محققین لکھتے ہیں:"القصاصون بطبيعتهم يستميلون قلوب العامة ويستهوهم بالغرائب والعجائب والفرائد فاختلقوا بعض القصص الباطلة وروجوا البعض الذى نقلوه وفى هذا الكثير من الاسرائيليات والكثير من الخرافات والكثير من الاباطيل"[17]."کہانی سنانے والے فطری طور پر عوام کے دل مائل کر دیتے ہیں اور ان میں خواہش پید کرتے ہیں نئے اور عجیب وغریب قصوں کے ذریعے، کچھ غلط قصے خود گڑھ لیے اور کچھ نقل شدہ (باقل قصص) کو پھیلا دیے، ان میں سے بہت سارے اسرائیلیات، بہت سارے خرافات اور بہت سارے موضوعات تھے"۔

10۔ صوفیت:

کچھ صوفیاء کا کردار بھی اسرائیلیات اور موضوعات میں کسی سے پوشیدہ نہیں، انہوں نے ترغیب وتحذیر اور فضائل میں احادیث وضع کیے جیسا کہ محققین رقمطراز ہیں:"کچھ صوفیاء نے اپنے لیے ترغیب وترھیب میں احادیث اور قصص گھڑنے کو مباح قرار دیا اور حضور- علیہ الصلاۃ والسلام- کی متواتر حدیث"من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" میں تاویل کی اور کہنے لگے ہم تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں نہ کہ ان کے خلاف۔ یعنی ان کے دین کی ترویج کے لئے اور ان کی شرعت کو مضبوط کرنے لے لیے، نہ کہ اس میں عیب لگانے کے لیے۔ یہ ان کی طرف سے مبالغہ ہے اور یہ سب کے سب"كذب على الرسول" ہے چاہیے ان کے لیے ہو یا ان کے خلاف ہو" [18]۔

11۔ اہل کتاب کا کثرت سے مسلمان ہونا:

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں اہل کتاب کا اسلام میں دخول زیادہ ہو گیا تھا، تو اس وقت ان مسلمان اہل کتاب کی وجہ اسرائیلیات میں اضافہ ہوا جیسا کہ احمد امین لکھتے ہیں:"وفى هذا العصر اعنى عصر التابعين تضخم التفسير بالاسرائيليات والنصرانيات لكثرة من دخل منهم فى الاسلام"[19]۔ ترجمہ:"اس دور میں یعنی دورِ تابعین میں تفسیر اسرائیلیات اور نصرانیات سے بھر گئیں ان کی کثرت سے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے"۔

12۔ نااہل خطباء:

کچھ نااہل خطیبوں نے بھی اس کام میں حصہ ڈالا ہے، وہ سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے لوگوں کو بیان کرتے تھے اور اسی طرح نقل ہو کر اسلام کا حصہ بن گئی، جیسا کہ "الدخیل" میں ہے: "وجود عدد غیر قلیل من الخطباء غیر المؤهلین علمیا فی المساجد والذین یغترفون معلوماتهم من ای منهل ویتلقفون أی حادثة اوقصة ویلقونها علی اسماع الناس من غیر ان یثبتوا او یتعرفوا علی حقیقة ما یقرؤون ویبلغون فیکونوا سببا واضحا فی نشر الاسرائیلیات بین المسلمین"[20]. "مساجد میں موجود کم علم بہت سارے خطباء جو کسی نامعلوم چشمے سے پانی بھرتے تھے اور کسی بھی قصے اور واقعے کو لے لیتے تھے اور اپنی اس مضمون کو بغیر کسی تحقیق اور معرفت کے لوگوں کو سناتے تھے پس وہ مسلمانوں کے درمیان اسرائیلیات پھیلانے کا واضح سبب بن گئے"۔

اسرائیلی روایات کے اثرات:

اسرائیلیات نے مذہبِ اسلام اور مسلمانوں پر بڑے منفی اثرات مرتب کیے، مسلمانوں میں ایک طرف تو جھوٹ کو فروغ دیا دوسری طرف مسلمانوں کو اپنے مقصدِ حقیقی سے نکال کر خرافات، قصے اور اباطیل میں ڈال دیے، اسلامی مصادر کو ناقابل اعتبار اور مشکوک بنا دیا، یہیں سے اسلام دشمن عناصر اور مستشرقین کے لیے اسلام اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام - پر اعتراجات کا راستہ ہموار ہو گیا اور اسی طرح اسلافِ امت سے آنے والے نسل کو بد ظن کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا، ان کے اثرات کا تفصیلی جائزہ درجہ ذیل ہے:

1۔ جھوٹی روایات کی ترویج: اسرائیلی روایات اور موضوعات ست تفاسیر قرآن بھر گئیں، اس میں کچھ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف منسوب، کچھ صحابہ، کچھ تابعین اور کچھ تبع تابعین کی طرف منسوب جھوٹ اور من گھڑت قصے ہیں۔ جھوٹ تو ویسے بھی گناہ لیکن نبی کی طرف منسوب جھوٹ کو تو اکبر الکبائر کہا گیا ہے۔ بعد کے بہت سارے مفسرین نے ان جھوٹی روایات کو ہاتھ در ہاتھ لیے اور یوں بعض اسلامی مآخذ میں ان جھوٹی روایات کی اشاعت و ترویج شروع ہو گئی، اس کام میں مفسرین کی ایک جماعت مبتلا ہو گئی[21]۔

2۔ لوگوں کی نظر میں تفاسیر کو مشکوک کرنا: ان اسرائیلیات اور موضوعات میں زیادہ تر خلاف عقل اور حقائق کے برخلاف ہیں، اس وجہ سے جب کوئی قاری ان واقعات اور قصص کو پڑھ لیتا ہے تو اس کا اعتماد ان کتب سے اٹھ جاتا ہے، کیونکہ جب ان من گھڑت خلاف عقل روایات کو پڑھ لیا جاتا ہے تو جسم کے رونگتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مزید یہ کہ یہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی طرف منسوب ہوتے ہیں اایسی حالات میں یہ کتب کیسے قابلِ اعتبار رہیں گے "[22]۔ جیسا کہ ادم علیہ السلام کے قد کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آسمان تک پہنچتا تھا اور زمین میں نازل ہونے کے بعد ان کے آنسوؤں کے بارے میں، کہا گیا کہ وہ اتنے روئے کہ اس کے آنسوؤں سے دریا بن گیا اور اس میں کشتی چلنے لگے[23]۔ ان جیسے روایات کو نقل کرنے کے بعد Cuneyt EREN لکھتا ہے: "وغیر هذا مما حمل الناس علی الصدود عن النظر فی کتب التفسیر ولا یثقون بما فیها من الروایات و ان کان صحیحا- ولا یقبلون شیئا مما جاء فیها ظنا ان جمیعها من مصدر واحد ملفق لا اصل له"[24]۔ "ان کے علاوہ دوسرے واقعات نے لوگوں کو کتب تفسیر سے رک جانے پر ابھارا، لوگ اس میں موجود روایات پر اعتماد نہ کرنے لگے اگرچہ صحیح بھی ہوں اور اس میں آئی ہوئی کسی چیز کو یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ سب ایک ہی من گھڑت

مصدر سے ہیں قبول نہیں کرنے لگے"۔

3۔لوگوں کو قرآن کے اپنے مقصدِ حقیقی سے ہٹانا: یہ اسرائیلیات امت مسلمہ کو قرآن کے اصلی مقصد سے ہٹادیا کیونکہ اس کا اصلی مقصد آیات پر غور کرنا، وعظ و نصیحت والی باتوں سے فائدہ حاصل کرنا اور اس کی احکام اور حکمتوں کو سمجھ کر ہدایت حاصل کرنا تھا، ان اسرائیلیات نے مسلمانوں کو بے کار اور فضول قصص پر لگا دیا جیسا اصحاب کلب کے کتے کا رنگ وغیرہ[25]۔ محققین لکھتے ہیں:"ان هذه الاسرائيليات فى التفسيركادت تصرف الناس عن الغرض الصحيح والهدف المنشود الذى انزل القرآن من اجله وهو هداية الناس وتوجيهم الى ربهم وعبوديتهم لله-عزوجل- فان هذا الهى الكثير عن التدبر فى الايات وابعدهم عن الانتفاع بمواعظ الآيات القرآنية العظيمة"[26]. ترجمہ:"یہ اسرائیلیات لوگوں کو صحیح مقصد اور اس ہدف سے پھیر ادیتے ہیں جس کے لیے قرآن نازل ہوا ہے وہ یہ کہ لوگوں کو راہ دکھانا، اللہ کی طرف متوجہ کرنا اور اللہ کی عبادت کرنا ہے اور یہ اسرائیلیات نے بہت سے لوگوں کو آیات میں تدبر سے غافل کیا اور قرآن کے عظیم آیات کی نصائح سے دور کر دیا"۔

4۔وقت اور محنت کا ضیاع: بعض مفسرین اسرائیلیات میں اتنے محو ہوگیے کہ بعض اوقات بہت تفصیلی قصہ نقل کرتے ہیں جس میں صرف وقت کا ضیاع ہے اور یہ اشتغال بمالایعنیہ ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ سورۃ اسراء آیت نمبر 4 میں بنی اسرائیل کے افساد کے متعلق کئی صفحات پر مشتمل من گھڑت قصے منقول ہیں جیسا کہ محمد یوسف اسرائیلیات کے اثرات کے عنوان تحت لکھتے ہیں:"اعتمد بعض المفسرين فى عدة مواضع من كتبهم على روايات احتوت بين ثناياها على امرين خطيرين: الضعف المخل و الطول الممل-وتسبب ذالک فى کثیرمن الاحيان فى تضييع الوقت و اهدار الجهد[27]۔

5۔بدعات اور خرافات پھیلنے کا سبب: اسرائیلیات جو عجیب وغریب قصص اور حکایات پر مشتمل تھے لوگوں میں اسلام کو ایک ایسا خرافات والا دین بنا کر پیش کیا، جس کی بنیاد صرف بے اصل قصے ہو جیسا کہ محققین لکھتے ہیں:"ان الاسرائيليات قد صورت الاسلام فى صور ة دين خرافى يعنى بترهات واباطيل واكاذيب لا سند لها من الصحة ولكنها نسج عقول ضالة وخيالات جماعات مظللة"[28]۔ ترجمہ: اسرائیلیات نے اسلام کی صورت کو ایک من گھڑت دین کی شکل میں پیش کیا یعنی باطل اور جھوٹے قصے جن کی صحت کی کوئی ثبوت نہیں لیکن وہ گمراہ ذہنوں کا ایجاد اور گمراہ لوگوں کے خیالات ہیں"۔

6۔دشمنانِ اسلام اور مستشرقین کے لئے اعتراض کا راستہ فراہم کرنا: ان اسرائیلیات اور موضوعات نے مستشرقین نے کے لیے اسلام پر طعنہ زنی اور اعتراضات کا راستہ کھول دیا، اور کتب تفسیر میں موجود اسرائیلیات کا حجم دیکھ کر اس سے خطرناک نتائج بر آمد کیے اور کہنے لگے کہ محمد علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ علوم احبارِ یہود اور ان کے اسفار سے حاصل کیے[29]۔ ڈاکٹر رمزی نعناعہ اسرائیلیات کے بارے میں لکھتے ہیں:"انها فتحت لاعداء الله من المستشرقين منفذا ينفذون منه الى الطعن فى الشريعة الغراء و فى الرسول الكريم صلوات الله وسلامه عليه[30]۔

7۔لوگوں کا ان سے دھوکہ کھانا: یہ اسرائیلیات اور موضوعات بڑے بڑے علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں، ان کی وجہ سے بعد کے وہ

قارئین اور مصنفیں جن کا حدیث میں گرفت کمزور ہے دھوکہ کھا گئے اور وہ ان کو اپنی بیانات اور کتب مین نقل کرنے لگے اور لوگوں میں ایسے مشہور ہو گئے کہ پھر ان کی صحت کی تحقیق کئے بغیر نقل در نقل ہوتے رہے[31]۔

8۔ نظریات اور عقائد میں خرابی اور فساد: اسرائیلی روایات جو من گھڑت اور جھوٹے ہیں، بہت سارے مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو بھی متزلزل کر دیا، ان غلط عقائد میں اللہ کی ذات کے لیے تجسیم وتشبیہ کا قائل ہونا، انبیاء کی عصمت سے متعلق سوالات اٹھنا شامل ہیں کیونکہ ایک اسرائیلی روایت میں ابراھیم علیہ السلام کے قصے میں اللہ کو دو فرشتوں کے ساتھ بشکلِ انسان پیش کیا گیا ہے، حلانکہ ان کے پاس صرف فرشتے آئے تھے، اسی طرح انبیاء میں داؤد اور لوط علیہما السلام کے متعلق زنا کی الزامات سے بھرپور اسرائیلیات کتب تفسیر میں موجود ہیں جو سادہ مسلمانوں کے عقائد پر خطرناک حملہ ہے[32]۔ جیسا کہ محققین لکھتے ہیں: "أنها تفسد على المسلمين عقائدهم بما تنطوى هذه الاسرائيليات من أباطيل واكاذيب فی حق الله بما يليق بذاته تعالى وبما يرد فی حق الملائكة وفی حق الانبياء والرسل بما يتنافى مع العصمة لهم"[33]۔

9۔ اسلاف سے اعتبار ختم کرنا: ان اسرائیلیات کی نسبت سلف میں سے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی طرف کی گئی ہے جو وثاقت اور عدالت میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر وحدیث میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں، جب ان واہیات اور خرافات کی نسبت ان کی طرف ہوتی ہے تو ان کا اعتبار ان بزرگوں سے بھی اٹھ جاتا ہے اور وہ ان کی صحیح روایت سے بھی بد ظن ہو کر مسترد کر دیتے ہیں، ان اسلاف کرام میں ابو ہریرہ، عبد اللہ بن سلام، کعب الاحبار اور وھب بن منبہ جیسے عظیم ہستیاں ہیں[34]۔ اور "الدخیل" میں ہے: "ان وجودها فی كتب التفسير كاد يذهب الثقة فی علماء السلف، من صحابة رسول الله –عليه الصلاة والسلام– ومن التابعين، حيث اسند من هذه الاسرايليات المنكرة شيئ كثير الى سلفنا الصالح الذين عرفوا بالثقة والعدالة واشتهروا بين المسلمين بعلم التفسير وعلم التفسير وعلم الحديث واعتبروا مصادر ومراجع لهذه الامة"[35] ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "وهذا يشكك فی علماء الاسلام وقادتنا من السلف الصالح – رضی الله عنهم–وتصورهم بانهم لاهمّ لهم الا الاباطيل فتفقد الثقة فی هولاء"[36]۔ "یہ شک پیدا کرتی ہیں علمائے اسلام اور ہمارے پیشواوں کے بارے میں، اور ان کو ایسی صورت میں پیش کرتی ہیں جیسا کہ ان کے جھوٹ کے علاوہ کوئی کام نہیں، تو ہمارا ان پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے"۔

10۔ اسلام کے عقلی معیار کو ختم کرنا: اسلام ایک عقلی دین ہے، اس کا ہر حکم اور عمل عقلِ سلیم کے مطابق ہے، لیکن خلافِ عقل اسرائیلیات اور موضوعات نے مرورِ زمانہ کے ساتھ لوگوں کے عقلی معیار کو بھی متاثر کیا، یوں بعد کے زمانے کے قارئین نے ان روایات کو بغیر عقلی تنقید اور تحقیق کے قبول کیا، بلکہ ان سے دروس اور علمی تحقیقات میں استدلال کیا، تفاسیر ان خلاف عقل اسرائیلیات سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ ثعلبی نے سورۃ النمل کے فضائل میں ابی بن کعب سے روایت کی ہے: "عن ابی بن كعب قال : قال رسول الله –عليه الصلاةوالسلام– من قرا"طس سليمان" كان له من الاجر عشر حسنات بعدد من صدّق بسليمان وكذب به وهود و

شعیب و صالح و ابراهیم"[37]۔ان جیسی روایات کے بعد استاذ .Cuneyt EREN ترکی لکھتے ہیں:"ولا استطیع ان ادرک الحکمة فی تعیین هولاء الانبیاءعلیهما السلام دون غیرهم- والتکلف ظاهر فی الحدیث و یتعارض مع العقل والمنطق و روح الشریعة[38]۔ترجمہ:"دوسرے انبیاء کو چھوڑ کر ان انبیاء کی تعیین کی حکمت میں نہیں سمجھ سکتا، حدیث میں بناوٹ ظاہر ہے، عقل، منطق اور شریعت کے مزاج کے مخالف ہے"۔

خلاصۃ بحث:

ہماری نقلی تفسیر میں تعداد کی کثرت و قلت کے اختلاف کے ساتھ اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے، یہ وہ روایات ہیں جو اہل کتاب سے لی گئی ہیں یا کسی نے گھڑ کر مسلمانوں کی طرف منسوب کیا ہے، تو ان مفسرین میں بعض نے ان پر تنقید کی ہے، بعض نے بغیر تنقید کے ان کو ان کو ذکر کی ہے، ایسی حالات میں یہ بات دل میں کھٹکتی ہے کہ کیوں کر یہ اسلامی خزانے میں آ گئیں؟اس مضمون میں ان وجوہات اور اسباب کا جائزہ لیا گیا ہے جو ان روایات کے دخول میں اہم کردار ادا کیا، اور اسی طرح ان روایات نے تفسیر میں آنے کے بعد اس پر کیا منفی اثرات مرتب کیں؟ ان کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

مصادر و مراجع

1. محمد فرید وجدی، دائرة معارف القرن العشرین، دارالمعرفة،لبنان: 280/1
2. الدکتور رمزی نعناعه ،الاسرائیلیات و اثرها فی کتب التفسیر ،دار القلم،دمشق،1970:74
3. البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبدالله ،صحيح البخاري ، دار ابن كثير، بيروت، 1987 : 4 / 1630
4. ابن خلدون ابو زيد عبد الرحمان بن محمد، تاريخ ابن خلدون، ، بيروت، دار الفكر، 1988م:1/ 555
5. أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن أبي داود ،دار الكتاب العربي . بيروت:2/ 215
6. أبو محمد عبد الملک بن هشام ،السیرة النبویة، مصر، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی و اولاده، 1955م: 2/ 214
7. العنکبوت: 51
8. الطبري أبو جعفر محمد بن جرير, جامع البيان في تأويل القرآن، مؤسسة الرسالة، 2000م :20 / 53
9. الدكتور محمد حسين ذهبي ،التفسير و المفسرون ، مكتبة وهبة ،قاهرة مصر,1990 2: / 11
10. أحمد أمين، فجر الإسلام, بيروت، دارالكتاب العربي , 1944م:205
11. التفسير والمفسرون:3 / 13
12. السيوطي جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن، الهيئة المصرية العامة للكتاب، مصر، 1974 م:2 / 500
13. أبو شُهبة محمد بن محمد بن سويلم، الإسرائيليات والموضوعات في كتب التفسير، مكتبة السنة،: 86
14. الاسرائیلیات و الموضوعات:86
15. مناهج جامعة المدينة العالمية ،الدخيل في التفسير، جامعة المدينة العالمية: 33
16. الدخيل في التفسير :33
17. الدخيل في التفسير: 34

18. الدخيل في التفسير:35
19. فجر الإسلام:205
20. الدخيل في التفسير:37
21. محمد السيد محمد يوسف، اثر الدخيل فى التفسيرعلى التراث العلمى و الواقع العملى للامة الاسلامية ديداموں ،مصر:38-39
22. اثر الدخيل فى التفسيرعلى التراث العلمى و الواقع العملى للامة الاسلامية:49
23. الدكتورر محمد حسين ذهبى،الاسرائيليات فى التفسير و الحديث، مكتبة وهبة ،قاهرة، 1990 :230
24. Cuneyt EREN استاذ مساعد فى جامعة 9 ايلول تركية,الوضع فى الحديث و اثره فى التفسير، Dinbilimleri Akademik Araştırma Dergisi V (2005), Sayı: 4 :221
25. الاسرائيليات فى التفسير و الحديث:33
26. الدخيل في التفسير: 39
27. اثر الدخيل فى التفسيرعلى التراث العلمى و الواقع العملى للامة الاسلامية:49
28. الاسرائيليات فى التفسير و الحديث:32 ،الدخيل في التفسير: 39
29. الدكتور آمال محمد عبد الرحمان ربيع،الاسرائيليات فى تفسير الطبرى دراسة فى اللغة و المصادر العربية، القاهرة، 2001،: 55
30. الاسرائيليات و اثرها فى كتب التفسير، :428
31. الاسرائيليات و اثرها فى كتب التفسير :428
32. الاسرائيليات فى التفسير و الحديث:29۔31
33. الدخيل في التفسير: 37
34. الاسرائيليات فى التفسير و الحديث:33
35. الدخيل في التفسير: 38
36. الدخيل في التفسير: 39
37. أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، دار إحياء التراث العربي، بيروت 2002 م :7/ 188
38. الوضع فى الحديث و اثره فى التفسير,(Dinbilimleri Akademik Araştırma Dergisi V (2005), Sayı: 4 :221)